اپنے ارادوں کو انشاء اللہ سے مشروط کرو

انسان کے صادق یا کاذب ہونے کا ثبوت اور پرکھ کیا ہے؟ محض ایک، اس کی زبان سے ادا ہونے والا قول جس میں وہ کوئی بات ر حدیث، اطلاع، خبر، اپنا اقرار، وعدہ، ارادہ بیان کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بنی آدم کو مکرم کیا ہے۔ اور معاشرے میں لوگوں کے قلب ونگاہ میں درحقیقت مکرم وہ ہے جو صادق ہے اور صادق وہ ہے جو اپنے قول میں سے جب کچھ "یـلـفـظ" یعنی لوگوں کے سامنے" پھینکتا، ڈالتا ہے" بیان کرتا ہے تو سچائی اور حقیقت کے علاوہ اُس کی بات کچھ اور بیان نہیں کرتی۔ صادق اپنے منہ سے نکالے جانے والے قول کے متعلق انتہائی محتاط ہوتا ہے کہ اُس میں علم اور حقیقت کے سوا کچھ نہ ہو۔

تخیل، رائے اور حقیقت کے مابین کتنا فرق اور فاصلہ ہوتا ہے جو انسان کے منہ سے قول بن کر لوگوں کے سامنے آتا ہے؟ اور منہ سے نکالے جانے والے قول کے مبنی بر حقیقت ہونے کی اہمیت کس قدر ہے؟ حکم یہ ہے:

وَلَا تَقُولَنَّ لِشَاْىۡءٍ اِنِّىۡ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا ۝٢٣ اِلَّاۤ اَنۡ يَّشَآءَ اللّٰهُ

"اور کسی بات کیلئے ہرگز یہ (قول) نہ کہو کہ میں یہ فعل کل کروں گا مگر یوں کہو کہ "اگر اللہ چاہے گا تو (انشاء اللہ)"

وَاذۡكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِيۡتَ وَقُلۡ عَسٰٓى اَنۡ يَّهۡدِيَنِ رَبِّىۡ لِاَقۡرَبَ مِنۡ هٰذَا رَشَدًا ۝

اور جب یہ کہنا بھول جاؤ تو (یاد آنے پر) اپنے رب کو یاد کرو اور کہو کہ

ممکن ہے کہ میرا رب اس سے زیادہ درست بات کی طرف میری راہنمائی کردے" (الکہف۔۲۳۔۲۴)۔

ہم جب یہ کہتے ہیں کہ فلاں فعل میں کل کروں گا تو وقت کے اُس مقام پر ہمارا یہ قول سچائی کے درجے پر فائز نہیں ہوتا اگرچہ اِسے جھوٹ نہیں کہا جاسکتا کیونکہ اُس وقت اگلے دن اِس فعل کو کرنے کا ہمارا ارادہ ہے۔ ارادے اور اِس فعل کو حقیقت میں انجام دینے کے درمیان وقت کا فاصلہ ہے جس کے دوران ہمارے اپنے ادراک کے مطابق بھی ان گنت ممکنات موجود ہیں جو ہمیں وہ فعل کرنے سے روک سکتے ہیں۔ اس لئے اگلے دن اِس فعل کو انجام دینے کے ہمارے ارادے کی حیثیت رائے سے زیادہ نہیں۔ اور رائے سچائی نہیں ہوتی کیونکہ یہ مکمل علم، معلومات پر مبنی نہیں ہوتی۔ اب اگر اُن اَن گنت ممکنات میں سے کسی ایک کے رکاوٹ بن جانے کی وجہ سے ہم وہ فعل اگلے دن نہیں کرسکے تو ہمارا وہ قول جو بیتے کل میں سچائی کے درجے پر فائز نہیں تھا آج جھوٹ کے درجے پر پہنچ جائے گا کہ ہم اپنے قول کو پورا نہیں کرسکے۔ اور جو قول عمل سے پورا کر کے نہ دکھا دیا جائے وہ سوائے جھوٹ کے کچھ نہیں کہلاتا۔

لیکن اگر اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق ہم نے یوں کہا ''اگر اللہ نے چاہا تو میں کل فلاں فعل کروں گا'' تو یہ آج بھی سچا قول ہے اور کل اگر ہم وہ فعل سرانجام نہ دے سکے تو بھی ہمارا قول سچائی کے درجے پر فائز رہے گا کیونکہ یہ مشروط تھا اور قول اور فعل کے طے شدہ وقت کے مابین تمام امور کو سرانجام دینے والا اللہ ہی ہے

أَلَا لَهُ ٱلۡخَلۡقُ وَٱلۡأَمۡرُۗ ''سنو! تخلیق کرنا اور حکم دینا (امور کو انجام دینا) اسی کا کام ہے'' (حوالہ الاعراف۔۵۴)

يُدَبِّرُ ٱلۡأَمۡرَۖ وہ تمام امور کی تدبیر کر رہا ہے'' (حوالہ یونس۔۳)

اور آقائے نامدار ﷺ سے کہا کہ لوگوں سے پوچھیں وَمَن يُدَبِّرُ ٱلۡأَمۡرَۚ ''اور کون کام، امور کی تدبیر کرتا ہے؟''۔ اور مشرکین کا اعتراف یہ ہے فَسَيَقُولُونَ ٱللَّهُۚ ''تو وہ کہیں گے ''اللہ'' (حوالہ یونس۔۳۱) يُدَبِّرُ ٱلۡأَمۡرَ ''وہ معاملے کی تدبیر کرتا ہے'' (حوالہ الرعد۔۲) يُدَبِّرُ ٱلۡأَمۡرَ مِنَ ٱلسَّمَآءِ إِلَى ٱلۡأَرۡضِ ''وہی آسمان سے زمین تک (کے) ہر کام کا انتظام کرتا ہے''۔ (حوالہ السجدہ۔۵) يُدَبِّرُ کا مادہ ''د ب ر'' ہے اور ہر شئے کے پچھلے حصے، پشت اور بات کے انجام کو کہتے ہیں۔۔کسی معاملہ کے انجام پر نظر رکھتے ہوئے اس میں غور و فکر کرنا۔ آخری منزل، مقام تکمیل کو سامنے رکھ کر نظم و نسق کرنا، تدبیر امور۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو زمین پر ارادہ و اختیار کا مالک بنائے جانے کے متعلق جب ملائکہ کو بتایا تھا تو انہوں نے اس کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار کیا تھا جس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے انہیں بتایا قَالَ إِنِّيٓ أَعۡلَمُ مَا لَا تَعۡلَمُونَ ''تمہارے رب نے فرمایا' میں وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے' (حوالہ البقرۃ۔۳۰) وَأَعۡلَمُ مَا تُبۡدُونَ وَمَا كُنتُمۡ تَكۡتُمُونَ ''اور میں جانتا ہوں جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو چھپاتے ہو' (البقرۃ۔۳۳) انسان اور ملائکہ جو کچھ جانتے، علم رکھتے ہیں وہ انہیں عطا کردہ ہے اور اس کا علم اللہ تعالیٰ کو پہلے ہی سے ہے لیکن اللہ تعالیٰ جو جانتا ہے وہ انسان اور ملائکہ نہیں جانتے

إِنَّ ٱللَّهَ يَعۡلَمُ وَأَنتُمۡ لَا تَعۡلَمُونَ ''یقیناً اللہ جانتا ہے مگر تم نہیں جانتے'' (حوالہ النحل۔۷۴)۔

مستقبل کے ارادوں کے حوالے سے قول کو ''انشاء اللہ'' سے مشروط کر دینے سے ہم نہ صرف اپنے قول کو سچائی کی سند عطا کر دیتے ہیں بلکہ اس کا اقرار بھی ہے کہ ہمارا علم محدود ہے اور غیب میں پنہاں کو ہم نہیں جانتے کیونکہ نظام ہستی کو چلانے والی ہستی اللہ رب العزت ہے۔

إِنَّ ٱللَّهَ عِندَهُۥ عِلْمُ ٱلسَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ ٱلْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِى ٱلْأَرْحَامِ ۖ وَمَا تَدْرِى نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ۖ وَمَا تَدْرِى نَفْسٌۢ بِأَىِّ أَرْضٍ تَمُوتُ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌۢ ﴿٣٤﴾

''بیشک اللہ ہی کے پاس اس گھڑی کا علم ہے، اور وہ بارش برساتا ہے، اور جانتا ہے جو ماؤں کے پیٹوں میں ہے، اور کوئی نہیں جان سکتا کہ وہ کل کیا 'کمائے' گا، اور کوئی نفس اس سے آگاہ، باخبر نہیں کہ کس زمین، جگہ پر اُسے موت آئے گی۔ اللہ علم والا، خبردار ہے'' (لقمان۔۳۴)

'تَكْسِبُ'' کا مادہ ''ک س ب'' اور اس کے اصل معنی جمع کرنے کے ہیں اور انسان کے تمام اچھے برے اعمال ''کمائی'' میں شامل ہیں مستقبل میں جو کچھ کرنے کا ہم ارادہ رکھتے ہیں وہ محض ہماری رائے ہے اِس وقت سچائی اور حتمی علم نہیں۔

اور دلچسپ حقیقت یہ ہے کہ جب ہم کسی فعل کو انجام دینے کے ارادے کا اظہار کر رہے ہوتے ہیں تو اُس ارادے کو الفاظ کا روپ دیا جانا بھی اسی اللہ تعالیٰ کے اِذن کے بعد ممکن ہوتا ہے۔ انسان کیلئے بات کرنا اور کسی کو جواب دینا صرف اس صورت میں ممکن ہے اگر خیال/تصور کو ذہن/دماغ/عقل سے نکال کر دل میں لایا جاسکے۔ اور اس کے بعد انسان اس خیال کو سینے سے نکال کر ''حبل الورید'' کے ذریعے پیدا ہونے والی صوت کو الفاظ کے قالب میں ڈھال کر زبان سے بیان کرتا ہے۔ خیال/ارادے کی عقل سے دل کو منتقلی خیال کے ماحول کی تبدیلی ہے۔ کیا یہ تغیر/تبدیلی انسان کا فعل ہے؟ نہیں! انسان کو تو ابھی تک یہ معلوم نہیں کہ اس کے جسم کے کون کون سے خلیے (cells) اس کام پر معمور ہیں جو اُس کی عقل و یادداشت میں سے کسی بھی خیال کو قطع (retrieve) کر کے دل میں پہنچانے کا سبب بنتے ہیں۔ یہ فعل انسان نہیں اللہ تعالیٰ کرتا ہے:

يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ٱسْتَجِيبُوا۟ لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ ۖ

''اے ایمان والو! اللہ اور رسول کو جواب دو جب وہ تمہیں اس کی جانب بلائے جو تمہیں حیات دے گا۔

وَٱعْلَمُوٓا۟ أَنَّ ٱللَّهَ يَحُولُ بَيْنَ ٱلْمَرْءِ وَقَلْبِهِۦ

اور مطلع ہو جاؤ! یقیناً اللہ انسان کی عقل اور اس کے دل کے درمیان (تمہارے جواب کو) منتقل کرتا ہے'' (حوالہ الانفال۔۲۴)

سنی ہوئی بات کو اگر ذہن/عقل سے واپس نکالا جاسکے تو اسی صورت میں ممکن ہے کہ اس کا جواب (Response) دیا جاسکے، اسے تسلیم کرنے کا زبان سے اقرار کیا جاسکے۔ اور اقرار عقل سے دل تک آئے گا تو تبھی زبان سے بیان ہو سکے گا ورنہ نہیں۔ اور اس جواب، اقرار کی عقل/دماغ سے دل تک منتقلی صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کرتی ہے۔

إِنَّمَا كَانَ قَوْلَ ٱلْمُؤْمِنِينَ إِذَا دُعُوٓا۟ إِلَى ٱللَّهِ وَرَسُولِهِۦ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ أَن
يَقُولُوا۟ سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا ۚ وَأُو۟لَٰٓئِكَ هُمُ ٱلْمُفْلِحُونَ ﴿٥١﴾

''اہل ایمان کی روش یہ ہے کہ جب انہیں اللہ اور رسول کی طرف بلایا جاتا ہے تاکہ ان کے درمیان فیصلے کریں تو
ان کا جواب رقول صرف یہ ہوتا ہے کہ ''ہم نے سن لیا ہے اور ہم نے مان لیا ہے'' یہی ہیں فلاح پانے والے لوگ'' (النور۔۵۱)

اہل ایمان کا ماننے کے متعلق یہ اقرار اس ہستی کی اجازت ر اذن سے ہوا ہے جو عقل رذہن سے بات کو دل تک منتقل کرتی ہے

وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ أَن تُؤْمِنَ إِلَّا بِإِذْنِ ٱللَّهِ ۚ
وَيَجْعَلُ ٱلرِّجْسَ عَلَى ٱلَّذِينَ لَا يَعْقِلُونَ ۝

اور کسی شخص کیلئے ممکن نہیں کہ وہ مان لے (ایمان لائے) سوائے اللہ کی اجازت کے۔
''اور جو لوگ عقل وفکر استعمال نہیں کرتے اللہ اُن پر رجس ڈال دیتا ہے'' (یونس۔۱۰۰)

اگر انسان نے عقل استعمال ہی نہیں کی تو اللہ تعالیٰ وہاں سے کون سی بات نکال کر دل تک لائے جس کی بناء پر وہ ہونٹوں اور زبان کے ذریعے الفاظ بنا کر لوگوں کو اپنے تسلیم کرنے کے متعلق بتا سکے۔